قسط: ا

آیت استخلاف اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُم فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِی لاَ یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُوْلٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ .

وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک اعمال کیے کہ وہ ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں جس طرح اس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے اور ضرور بالضرور بدل دے گا ان کے (موجودہ) خوف کے بعد اس کو حالت امن کے ساتھ وہ میری عبادت کرتے ہیں، کسی کو میرا شریک نہیں بناتے اور جس نے ناشکری کی اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔ (سورۃ النور، آیت: ۵۵)

سورۃ النور کی آیت ۴۷ ''وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ...... سے منافقوں کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر ایمان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ درحقیقت مومن نہیں ہیں۔

اور جب یہ لوگ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک گروہ پہلوتہی کرتا ہے (النور، آیت: ۴۸)

اور اگر کوئی حق ان کو ملنے والا ہو (یعنی کوئی فیصلہ ان کے حق میں ہونا ہو) تو اس کی طرف نہایت فرماں بردار بن کے آتے ہیں۔ (النور، آیت: ۴۹)

کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا یہ ابھی شک میں پڑے ہوئے ہیں یا ان کو اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے ساتھ ناانصافی کریں گے بلکہ یہ لوگ خود ہی ظالم ہیں۔ (النور، آیت: ۵۰)

ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (النور، آیت: ۵۱)

جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کریں اور اللہ سے خوف رکھیں اور اس (کے عذابوں) سے ڈرتے رہیں وہی نجات پانے والے ہیں۔ (النور، آیت: ۵۲)

انہوں نے بڑی پکی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں جہاد کا حکم دیں گے تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ۔ (تمہاری) اطاعت (کی حقیقت) معلوم ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔ (النور، آیت: ۵۳)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جواب دہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول پر تو صرف واضح طور پر پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔ (النور، آیت: ۵۴)

ان آیات کے بعد آیت نمبر ۵۵ میں ''استخلاف'' کا ذکر کر کے پھر دعوت دی گئی ہے کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (النور، آیت: ۵۶)

اور ان کافروں کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ یہ زمین میں ہمارے قابو سے باہر نکل جائیں گے۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بے شک نہایت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (النور، آیت: ۵۷)

اس سیاق وسباق کی روشنی میں آیت استخلاف کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس شک پر شدید ضرب لگائی ہے جو اسلام کے مستقبل سے متعلق وہ اپنے دلوں میں رکھتے تھے (اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْا......) کہ مسلمانوں اور ان کے مخالفوں میں اس وقت جو کشمکش برپا ہے معلوم نہیں کہ اس میں آخری فتح کس کی ہو گی؟ لہٰذا مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ دونوں فریقوں کے ساتھ تھوڑا تھوڑا تعلق باقی رکھا جائے تاکہ دونوں میں سے جس کی بھی فتح ہو اپنا مفاد محفوظ رہے۔

آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اور موجود انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ پوری راست بازی کے ساتھ ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار کر لیں گے ان سے اللہ کا وعدہ ہو چکا ہے کہ:

(۱)　اللہ تعالیٰ ان کو اس سرزمین میں اسی طرح اقتدار عطا کرے گا جس طرح پچھلے رسولوں کی امتوں کو اس نے اقتدار بخشا تھا۔

(۲)　اللہ اس دین کو مضبوط اور مستحکم کرے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے۔ ''اِرْتَضٰی لَهُمْ'' کا مشار الیہ ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (المائدہ، ۳) ہے۔

(۳)　ان کے عارضی خوف کو امن سے بدل دے گا اور کسی کی مجال نہ ہو گی کہ وہ دین اسلام یا حاملانِ دین کے لیے کوئی خطرہ پیدا کر سکے۔

(۴)　اس خلافت وحکومت میں لوگ اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور شرک کا نظام ختم ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ فتح مکہ کے بعد ہی پورا ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے جزیرہ عرب کے متعلق

اعلان فرما دیا کہ:

''لَا يَجْتَمِعُ فِيهَا دِيْنَانِ ''یعنی اس میں دو دین جمع نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا چار وعدوں کے ذکر کے بعد فرمایا کہ: ''جو لوگ اس خلافت اسلامیہ کی ناقدری اور ناشکری کریں گے وہی لوگ فاسق اور نافرمان ہیں۔''

آیت استخلاف میں خلافت اسلامیہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور عطیہ قرار دیتے ہوئے یہ بتایا گیا کہ اس کے بغیر محض دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تدریس سے نہ دین غالب ہوسکتا ہے، نہ امن وامان قائم ہوسکتا ہے اور نہ ہی نظام کفر و شرک ختم ہوسکتا ہے۔

اس آیت کے اوّلین مصداق وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو خلافت کے منصب پر فائز ہوئے اور ان کے مقابلے میں کوئی دوسرا مدعیٔ خلافت موجود نہیں تھا۔ یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت مروان رضی اللہ عنہم کا شمار اگرچہ صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے لیکن ان کی خلافت جہاں جزوی اور غیر تامّہ تھی وہاں ان کے مقابلے میں بالفعل دیگر مدعیان خلافت بھی موجود تھے۔ تاہم یہ حضرات اور شرائط خلافت پر پورے اترنے والے تا قیامت دیگر خلفا بھی آیت استخلاف کے عموم میں داخل ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جس طرح ''آیت تمکین'' کے مصداق تھے اسی طرح وہ آیت استخلاف کے بھی مکمل مصداق ہیں کیونکہ ان کے عہد خلافتِ راشدہ وعادلہ میں زیر بحث آیت میں کیے گئے چاروں وعدے پورے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت عطا کی، دین مرتضیٰ (دین اسلام) کو مستحکم ومضبوط کیا، ۶۵ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی وسیع وعریض مملکت میں کوفہ، بصرہ وعراق جیسے شورش زدہ علاقوں سمیت مکمل امن وامان قائم رہا اور ان کے دور میں اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہی کی عبادت ہوتی رہی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نزول آیت کے وقت اگر بالفرض مشرف بہ اسلام نہ بھی ہوئے ہوں تو پھر بھی وہ وعدہ استخلاف کے عام ہونے کی بنا پر حکماً اس کے مصداق ہیں۔ اصول تفسیر میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ''**العبرة لعموم الالفاظ لا لخصوص المورد**'' یعنی الفاظ کی عمومیت کا اعتبار ہوتا ہے کسی خصوصی شانِ نزول کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کہ شان نزول سے آیت کا عمومی مفہوم محدود نہیں ہو جاتا بلکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیق کے مطابق شان نزول کا صرف اتنا مطلب ہوتا ہے کہ اس موقع پر بھی آیت چسپاں ہوتی ہے۔ (الفوز الکبیر)

پس آیتِ استخلاف کا وعدہ کسی ایک فرد یا جماعت میں محدود نہیں مانا جائے گا بلکہ نزول آیت سے لے کر تا قیامت جن پاک وجودوں پر اس آیت کا انطباق ہوگا اور اس آیت میں بیان شدہ علامات جن پر صادق آئیں گی وہ سب اس کے مصداق ہیں، ظاہر ہے کہ خلفاء صحابہ رضی اللہ عنہم بشمول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے اوّلین مصداق ہیں۔ کیونکہ آیت میں مذکورہ علامات سب سے پہلے ان ہی کے عہدِ خلافت میں متحقق ہوئی ہیں۔ پھر بلاشبہ یہ بھی درست ہے کہ جب خلافت محمدیہ کا دامن قیامت تک وسیع ہے تو عمر بن عبدالعزیز دیگر خلفا وامام مہدی بھی زیر بحث آیت کے

مصداق ہوں گے۔

الغرض قرآن کریم ایک ضابطۂ حیات ہے اس میں امتِ مسلمہ کے عام مصالح کے لیے قوانین دیے گئے ہیں، اس کے احکام کو شان نزول کی روایات کے پیشِ نظر اشخاص اور واقعات کے ساتھ خاص نہیں کیا جا سکتا۔ آیتِ استخلاف نے واضح کر دیا ہے کہ ایک صحیح حکومت کے لیے بنیادی شرط ایمان اور عمل صالح ہے۔ یہ شرائط جب اور جہاں متحقق ہوں گی وہاں مسلمانوں کو ایسی حکومت میسر آجائے گی جس سے مقاصد خلافت پورے ہو جائیں گے۔

امام نسفی (م ۷۰۱ھ) آیت استخلاف کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''کہا گیا ہے کہ یہ وعدہ نبی علیہ السلام اور ان کے رفقا سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وعدہ محض مہاجرین سے ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ وعدہ عام ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ: دنیا میں جہاں جہاں تک رات کی تاریکی پہنچتی ہے وہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ دین بھی پہنچے گا۔'' (جلد:۳، صفحہ:۱۱۶۔ مطبوعہ مصر)

امام ابوعبداللہ قرطبی مالکی (م ۶۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

''علما کے ایک بڑے طبقے کی رائے ہے کہ یہ وعدہ ساری امّت کے لیے ہے......''

ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ آیت میں اصل اشارہ یہ ہے کہ اس میں تمام امّت و جمہور کی حکومت مراد ہے۔

ابن العربی مختلف اقوال پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''پس صحیح بات یہ ہے کہ آیتِ کریمہ ساری امّتِ محمدیہ کے حق میں عام ہے کسی خاص طبقہ کے ساتھ خاص نہیں۔'' (تفسیر قرطبی، جلد:۲، صفحہ:۲۹۸، ۲۹۹)

حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

''اس آیت میں مجموعہ امّت سے وعدہ ہے ایمان وعمل صالح پر حکومت دینے کا جس کا ظہور عہد نبوی سے شروع ہو کر خلافت راشدہ تک متصلاً ممتد رہا۔ چنانچہ جزیرہ عرب آپ کے زمانہ میں اور دیگر ممالک زمانہ خلفائے راشدین میں فتح ہو گئے اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اتصال نہ ہو، دوسرے صلحا، ملوک وخلفا کے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ جیسا کہ دوسری آیات میں ہے: ''اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ '' ونحوہ اور اس وعدہ کا حاصل مجموعۂ ایمان وعمل صالح وعبادتِ خالصہ پر مجموعۂ استخلاف و تمکینِ دین تبدیلِ خوف بالامن کا مرتب ہونا ہے۔ اور سیاق سے اس مرتب کا اختصاص بھی اس مرتب علیہ کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔ پس فُسّاق یا کفار کو احیاناً حکومت وسلطنت کامل جانا محلِ اشکال نہیں کیونکہ وہاں مجموعہ مرتب نہیں ہوتا۔'' (بیان القرآن، جلد:۸، صفحہ:۳۰)

سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے مجموعۂ اُمّت سے حکومت اور دینِ اسلام کے استحکام اور جماؤ اور خوف کو امن سے بدل دینے کا وعدہ فرمایا۔'' (کشف الرحمٰن، جلد:۲، صفحہ:۵۷۰)

مشہور اہل حدیث عالم مولانا صلاح الدین یوسف اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

''بعض نے اس وعدۂ الٰہی کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یا خلفائے راشدین کے ساتھ خاص قرار دیا ہے، لیکن اس کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ قرآن کے الفاظ عام ہیں اور ایمان وعمل کے ساتھ مشروط ہیں۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ عہد خلافت راشدہ اور عہد خیر القرون میں اس وعدۂ الٰہی کا ظہور ہوا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین میں غلبہ عطا فرمایا، اپنے پسندیدہ دین اسلام کو عروج دیا اور مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ پہلے مسلمان کفّارِ عرب سے ڈرتے تھے، پھر اس کے برعکس معاملہ ہوگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو پیش گوئیاں فرمائی تھیں وہ بھی اس عہد میں پوری ہوئیں۔ مثلاً: آپ نے فرمایا تھا کہ حیرہ سے ایک عورت تن تنہا اکیلی چلے گی اور بیت اللہ کا آکر طواف کرے گی اس کو کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔ کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈھیر ہوجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔''
(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا: ''اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَأَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا و اِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَا زُوِیَ لِیْ مِنْھَا'' اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے سکیڑ دیا پس میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصے دیکھے۔ عنقریب میری امّت کا دائرہ اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک میرے لیے زمین سکیڑی گئی۔
(صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ۔ باب ہلاک، ہٰذہ الامۃ بعضہم ببعض)

حکمرانی کی یہ وسعت بھی مسلمانوں کے حصے میں آئی اور فارس وشام اور مصر وافریقہ دیگر دور دراز کے ممالک فتح ہوئے اور کفر وشرک کی جگہ توحید وسنت کی مشعلیں ہر جگہ روشن ہوگئیں اور اسلامی تہذیب وتمدن کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرایا گیا۔ لیکن یہ وعدہ چونکہ مشروط تھا اس لیے مسلمان جب ایمان میں کمزور اور عمل صالح میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے تو اللہ نے ان کی عزت کو ذلت میں، ان کے اقتدار اور غلبے کو غلامی میں اور ان کے امن واستحکام کو خوف اور دہشت میں بدل دیا۔ (قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر تحت الآیۃ، صفحہ:۹۸۶، ۹۸۷۔ مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس)

مولانا فیض احمد گولڑوی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے مضمون ''آیت استخلاف کے نتائج کا خلاصہ'' کے تحت ''لیستخلفنہم'' کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ:

''واضح ہو کہ عبارۃ النص سے مخاطبین اوّلین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا استخلاف برائے خلافت راشدہ ثابت ہوتا ہے تاہم جب بھی مسلمانوں میں ان اوصاف رکھنے والوں کی اکثریت ہو وعدہ استخلاف اشارۃً ان کو بھی شامل ہے۔ چنانچہ قبل از قیامت بارہ خلفا کے متعلق احادیثِ صحیحہ وارد ہیں جن کے زمانہ میں اسلام کو غلبہ ہوگا۔ ان میں حضرت امام مہدی بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر لوگوں سے وعدہ تو نہیں مگر اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ مہربانی فرمادیں تو بعید نہیں جیسا کہ بعض نیک بادشاہوں اور سربراہوں کے زمانہ میں ہوتا رہا۔'' (تصفیہ مابین سُنّی وشیعہ، صفحہ:۱۰، کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف)

علامہ محمد العربی بن التبانی السطیفی المغربی آیت استخلاف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

الوعد بالاستخلاف فی الارض فی هٰذه الآیة عام عند المحققین یدخل تحته کلّ من تولی وظیفة من وظائف المسلمین من امة محمّد صلی اللّٰه علیه وسلّم بشرط اتصافه بالوصفین و هما: الایمان والعمل الصالح. فتشمل الخلافة والملک و اقامة الدعویٰ و عموم الشریعة بنفاذ الوعد فی کل احد بقدرة و علیٰ حاله...... والام فی ''الارض'' للجنس فهو عام ایضاً و ''من'' للتبعیض أو البیان و علیٰ کل فالخطاب للنبیّ ولمن معه فیندرج تحت عمومها جمیع الصحابة والخلفاء الاربعة رضی اللّٰه عنهم قبل کلّ من اتصف بالوصفین ممّن جاء بعدهم.

اس آیت میں ''استخلاف فی الارض'' کا وعدہ محققین کے نزدیک عام ہے اور اس کے تحت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وہ امّتی داخل ہے جو امور مسلمین میں سے کسی معاملے کا نگران بنایا گیا ہو۔ بشرطیکہ وہ دو وصفوں کے ساتھ متّصف ہو۔ ۱۔ ایمان اور ۲۔ عمل صالح۔ پس یہ آیت کریمہ خلافت، بادشاہت، دعوت کے قائم کرنے اور شریعت کے عام کرنے کو بھی شامل ہوگی۔ وعدہ استخلاف کو ہر ایک کی وسعت و قدرت اور حالت کے مطابق نافذ کرنے کی وجہ سے ...... اور ''الارض'' میں ''لام'' جنس کے لیے ہے پس یہ بھی عام ہے اور ''من'' تبعیض یا بیان کے لیے ہے، پس دونوں صورتوں میں یہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کے عموم کے تحت تمام صحابہ اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم داخل ہوگے بعد میں آنے والے ہر اس شخص سے پہلے جو مذکورہ دو وصفوں سے متّصف ہو۔ (اتحاف ذوی النجابۃ بمافی القرآن والسنۃ من فضائل الصحابۃ، صفحہ: ۴۰، مطبوعہ دار الصحوۃ۔ قاہرہ، مصر)

اس کے برعکس اہل تشیّع کے نزدیک آیت استخلاف امام مہدی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ ملّا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

''نزلت فی المهدی'' یعنی یہ آیت امام مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (بحار الانوار، جلد: ۱۳، صفحہ: ۱۴)

اہل تشیّع کی تفسیر ''مجمع البیان'' میں اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ:

واختلف فی الآیة فقیل انّها واردة فی اصحاب النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم و قیل هی عامة فی امّة محمّد و عن ابن عباس و مجاهد والمروی عن اهل البیت انّها فی المهدی من اٰل محمّد.

اس آیت کی تفسیر میں اختلاف کیا گیا ہے بعض لوگوں نے اس آیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق قرار دیا ہے اور بعض نے اسے پوری امّت محمدیہ کے حق میں قرار دیا ہے۔ جب کہ ابن عباس اور مجاہد رضی اللہ عنہم نیز اہل بیت سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد کے امام مہدی کے حق میں ہے۔ (مجمع البیان، جلد: ۱۸، صفحہ: ۱۹۶)

اہل تشیّع نے مذکورہ تفسیر کی بنیاد اس نظریہ پر رکھی ہے کہ:

انّ التمکین فی الارض علی الاطلاق لم یتفق فی ما مضی فھو منتظر لانّ اللّٰہ عز اسمہ لا یخلف وعدہ

چونکہ دین اسلام کوساری زمین میں مطلق طور پر زمانہ ماضی میں غلبہ حاصل نہیں ہوااس لیے ہم اس کے منتظر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ آیت استخلاف کے تحت امّت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام کا ہر وہ فرد داخل ہے جسے مسلمانوں کے اہم امور کی کوئی ذمہ داری سونپی گئی ہو، بشرطیکہ اس میں دو وصف ایمان اور عمل صالح موجود ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان اوصاف کی نفی کوئی مومن بالقرآن نہیں کرسکتا۔ وہ خلفائے خمسہ رضی اللہ عنہم کے بعد ایک صحابی خلیفہ ہونے کے علاوہ آیت تمکین اور آیت استخلاف کے عموم میں شامل ہیں اور اپنے بعد آنے والے تمام خلفا بشمول عمر بن عبدالعزیز اور امام مہدی (جو اہل سنت کے نزدیک ''بالاتفاق'' خلیفہ راشد ہیں) سے بھی افضل ہیں لہٰذا وہ آیت استخلاف کے مصداق ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام اور ہجرت کی تفصیل ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے گزشتہ شمارے (ستمبر ۲۰۱۱ء) میں زیرعنوان: '' آیت تمکین اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ'' گزرچکی ہے (جاری ہے)

☆☆☆

الٓمٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

مدرسین قرآن تیار کرنے کے لئے
حیرت انگیز مربی ساز ساتویں مجلسِ تفہیم وتدریسِ قرآن

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
علم کی طلب میں نکلنے والا دراصل اللہ کے راستے میں نکلنے والا ہے۔
علم کی طلب میں کہیں جانا عبادت ہے حصولِ علم، روزے رکھنے اور تہجد پڑھنے کے برابر ہے۔
اے لوگو دین کا علم حاصل کرو قبل اس کے کہ اسے اٹھالیا جائے۔

آغاز
23 اکتوبر 2011ء 10 بجے صبح اتوار
اختتام
29 اکتوبر 2011ء بعد نماز ظہر ہفتہ

مسجد بلال رضی اللہ عنہ جھوک نواز، ضلع وہاڑی، پنجاب

سہولت قیام وطعام وتعلیم مفت
اہلیت نگاہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز
مستقل مربی پروفیسر حافظ سعید احمد دھامراہ (لاڑکانہ)

برائے رابطہ
محمد رفیق نظامی ایڈووکیٹ
0300-7599197

مزید تفصیلات کیلئے
0302-6997231
0323-7943231
0334-4366743

روشنی کا پیامبر
بلال رضی اللہ عنہ اسلامک سنٹر جھوک نواز ضلع وہاڑی